R. 3886/63. Regd. No. A. 982

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Telephone No. 29
Telegrams: "ANJUMAN"

جلد ۲۱ - شمارہ ۱۷	ایڈیٹر - آل احمد سرور	علی گڑھ - یکم مئی سنہ ۱۹۶۲ء

ڈاکٹر منصور الدین قریشی

حکیم سید احمد حسن صاحب فداؔ

حکیم سید احمد حسن صاحب گجرات کے ان چند اردو شعرا میں سے ہیں جنھیں مرزا غالب کے شاگرد ہونے کی خوش نصیبی حاصل ہوئی تھی۔ ان کے مختصر سے حالات ڈاکٹر سید ظہیر الدین صاحب مدنی نے اپنے مضمون "غالب کے گجراتی احباب و تلامذہ" میں، اور مالک رام صاحب نے اپنی کتاب "تلامذہ غالب" میں لکھے ہیں۔ مالک رام صاحب نے لکھا ہے کہ حکیم صاحب کے دو تخلص تھے۔ فداؔ اور جمالیؔ۔ وہ مدنی صاحب کی اس بات سے متفق نہیں ہیں کہ حکیم صاحب کا ایک تخلص فدا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ فدا فنا کی تصحیف ہے۔

میرے پاس ایک قلمی بیاض ہے جس پر لکھا ہے "مجموعۂ دیوان طالب و وفا میر ابراہیم علی خاں صاحب مرحوم رئیس شاگرد حضرت مرزا اسد اللہ غالب مع انتخاب دیوان احمد حسن جمالی و فدا مرتبہ سنہ ۱۳۰۶ھ بڑودہ"۔ اس بیاض کے چند اوراق ضائع ہو گئے ہیں اور یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اسے کس نے مرتب کیا تھا۔ فداؔ کا سنہ وفات ۱۳۱۰ ہجری ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بیاض ان کی وفات سے تین چار سال پہلے مرتب کی گئی تھی۔ وفا اور فدا کے کلام کے علاوہ اس بیاض میں چند اور شعرا کا بھی مختصر سا کلام ہے۔ فداؔ کا کلام اس میں ۱۹ صفحوں پر مشتمل تھا لیکن ان میں سے بھی ابتدائی تین ورق ضائع ہو گئے ہیں۔ صفحہ ۱۰ پر ان کا کلام اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

قاصد کو مرے دیکھ کے جو بال سے وہ بولے
کس سمت سے آتا ہے تو بے قصد کدھر کا

اس بیاض میں حکیم صاحب کی ۲۵ غزلیں ہیں اور مقطعوں میں سبھی جگہ تخلص فدا ہے۔ مثلاً

اس عہد جوانی کو فداؔ جان تو غنیمت
یثرب کا کر و قصد یہ موسم ہے سفر کا

دل شیدا کے ڈسنے کو ہر اک بال ہے کالا ناگن ہے
لگا نا ہاتھ کاکل کو فداؔ چھونا ہے ناگن کا

اے فداؔ دل کس پہ آیا کچھ تو کہیے کیا ہوا
آنسو بہانے لگا ہے تو اپنی چشم تر سے آپ

فداؔ جاتا رہا لطف سخن احباب کے ہمراہ
خدا رحمت کرے رضوی پر اور مفتون و مائل پر

کی جس نے ایک بات وہ جی سے ہوا فداؔ
کیا جانے کیا ہے سحر فداؔ کے بیان میں

چند اشعار "ذکر توسہ کی تعریف میں" ہیں، صرف یہاں مقطع میں جمالی تخلص ہے۔

اے سلیمان زماں تو یہ تو ہیں فخر زمن
کر جمالیؔ کو طلب بہر فدا توسہ میں

انتخاب کے آخر میں لکھا ہے "تمت بالخیر من کلام حکیم احمد حسن صاحب جمالی و فدا سلمہ رب العلا"

مالک رام صاحب نے فداؔ کے صرف وہی چند اشعار نقل کیے ہیں جو مدنی صاحب کے مضمون میں ہیں اس لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ مذکورہ بیاض میں سے کچھ اور اشعار یہاں پیش کر دیے جائیں۔

ڈھل جائے گی گردن تری اس کوچہ میں از خود
قاصد یہ پتا ہے مرے سفاک کے گھر کا

مضمون نہیں جوڑے کا جو بندھ جائے کسی سے
ہے بال سے باریک بیاں وصف کمر کا

خود بخود کچھ بے خودی سی دل پہ اس دم چھا گئی
تھا خیال اس وقت کس کی نرگس بیمار کا

بچئے آہ سوسے ڈریئے نگاہ گرم سے
مجمع عشاق میں بُلا نہ کیجئے گھر سے آپ

کیا قیامت ہے ملی راحت نہ زیر خاک بھی
حشر بپا کر رہی ہے یار کی رفتار آج

شعلۂ رو جلوہ ہے تیرا دل بیتاب میں بند
طرفہ یہ آگ ہوئی معدن سیماب میں بند

شیشۂ دل توڑ کر آئینہ خانہ کر دیا
کتنے دلبر پائے ہم نے اپنا اک گھر توڑ کر

قریب لب نمایاں یوں ہوا ہے سبزہ اس خط کا
خضر آئے ہیں گویا چشمۂ حیواں کے ساحل پر

محتسب ضد سے تری دل میں یہی آتا ہے
مے کشی جاکے کروں تیری ہی دیوار کے پاس

عرق کے دیکھ کر قطرے رُخ تابان جاناں پر
ہوا ثابت کہ جمتی ہے رُخ خورشید پہ شبنم

عشق سے جس کا دل گداز نہیں — وہ عرفاں بھی اس پہ باز نہیں
کیوں وہ تنہائی میں نہیں ملتے — ہائے کیا کوئی پاک باز نہیں
قصۂ بوالہوس ہو طولانی — داستان عشق کی دراز نہیں

حکیم احمد حسن صاحب کے فرزند ارجمند حکیم محمود حسین صاحب افسر بھی بڑودہ کے کہنہ مشق شاعر تھے۔ ان کا ایک قلمی دیوان "افسر سخن" جسے خود انھوں نے مرتب کیا تھا میرے پاس موجود ہے۔ استاذی پروفیسر نجیب اشرف صاحب ندوی نے وفا اور فدا کے اس کلام کو جو میرے پاس ہے اپنے سہ ماہی "نوائے ادب" میں شائع کر دینے کا وعدہ کیا ہے انشاء اللہ اس کے ساتھ ساتھ افسر کے کلام کا بھی کچھ انتخاب شائع کر دیا جائے گا۔

محمد بشیر الحق دسنوی

رسالہ پنجاب ریویو کرم آباد (پنجاب)

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری بانکی پور کے الاصلاح لائبریری والے سکشن میں رسالہ پنجاب ریویو کرم آباد کے آٹھ پرچے (جلد نمبر ا شمارہ نمبر ا تا ۶، ۷ اور نمبر ۱۲) محفوظ ہیں جو مولانا ظفر علی خاں کی ادارت میں اگست ۱۹۱۰ء سے جولائی ۱۹۱۱ء تک نکلتے تھے۔ مارچ۔ اپریل۔ مئی۔ جون ۱۹۱۱ء کے نمبر ۸-۹-۱۰-۱۱ فائل میں نہیں ہیں۔ رسالہ کا سائز وہی ہے جو رسالہ ہمایوں لاہور یا رسالہ نگار لکھنؤ کا سائز ہے۔ کاغذ، کتابت، طباعت کے لحاظ سے سب پرچے بہترین ہیں۔ اور رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور کے چھپے ہوئے ہیں۔ ان آٹھ پرچوں میں جو جلد میں صرف دو تصویریں، مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی اور پروفیسر وامبری ہنگری کے مشہور مستشرق کی پائی جاتی ہیں۔ اہم اور قابل لحاظ مضامین کی فہرست درج ذیل ہے:۔

(۱) مسلم پولیٹکس ۔ مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔ اے سکریٹری مسلم لیگ لکھنؤ۔
(۲) عربی زبان ۔ مولانا محمد اسلم صاحب جیراج پوری۔ علی گڑھ۔
(۳) مجذوب کی بڑ (۱) (۲) (۳) ۔ مجذوب حیدر آباد دکن۔
(۴) پنجاب میں گورمکھی کی ترویج کا سبب ۔ مولانا فتح محمد خاں صاحب۔ جالندھر۔
(۵) سیرت ۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد خاں صاحب شیر ال بہاولپور۔
(۶) المرابطین (۱) (۲) ۔ ایڈیٹر۔
(۷) اردو رسم خط ۔ مولوی عبد الرحمٰن خاں صاحب پوسا (بنگال)
(۸) تحقیق ماہیت رنگ شعاع ۔ مولانا سید علی حیدر صاحب طباطبائی حیدر آباد۔
(۹) فلسفۂ محنت ۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب بہاولپور۔
(۱۰) گلبرگہ شریف ۔ مولوی محمد مشتاق حسین خاں صاحب بی۔ اے۔ تعلقدار عثمان آباد۔ حیدر آباد دکن۔
(۱۱) مہاں ۔ مولوی سید محفوظ علی صاحب بی۔ اے۔
(۱۲) فوجی زندگی کا اثر شاعری پر ۔ علامہ شبلی نعمانی لکھنؤ۔
(۱۳) ملک الشعرا قاضی محمد صادق خاں اختر ۔ مولوی رضا علی صاحب وحشت۔ کلکتہ۔
(۱۴) رفیع انجیل ۔ مولوی حمید الدین صاحب بی۔ اے الٰہ آباد۔
(۱۵) سید محمد جمال الدین الافغانی رحمۃ اللہ علیہ ۔ ایڈیٹر
(۱۶) ڈاکٹر ہیڈگر کا تجربہ ۔ ایڈیٹر
(۱۷) رفیع انجیل کے متعلق چند استفسارات ۔ مسٹر بلاسی رام مدرس مدرسہ مشن جلال پور جٹاں۔
(۱۸) ایشیائی شاعری کے نکتہ چیں (۱) (۲) ۔ مولوی ضیائے عباس صاحب بدایونی۔
(۱۹) رفیع انجیل (۱) (۲) ۔ خواجہ عباد اللہ صاحب اختر بی۔ اے۔ شاہ پور۔
(۲۰) حقوق مہمان ۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب شیرال بہاولپور۔

پتہ دیکھئے
اگر آپ کے پتے پر [illegible] نشان ہے تو اس امر کی علامت ہے کہ [illegible]
[illegible]

ہماری زبان

یکم مئی سنہ ۱۹۶۲ء

اپنا کام خود کرنا چاہیئے

یہ بات اب روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی ہے کہ باوجود اُردو دوستوں کی کوششوں، انجمن کی جد و جہد اور حکومت کے وعدے وعید کے، اُن علاقوں میں جہاں اُردو دوست قابل لحاظ تعداد میں ہیں، ابتدائی اور ثانوی منزل پر اُردو کے ذریعے سے تعلیم کا انتظام بہت کم ہوا ہے۔ اس سلسلے میں حکومت سے تو اپنے حقوق منوانے ہی ہیں۔ لیکن جب تک حکومت مناسب انتظامات نہیں کرتی، ہمیں خود بھی قدم اُٹھانا اور اس کمی کو پورا کرنا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ہمارا کچھ کرنا ضروری نہیں، یہ تو حکومت کا فرض ہے، کچھ لوگ صرف وسائل کی کمی کو دیکھ کر خاموش ہو جاتے ہیں، مگر اب نوبت یہ آگئی ہے کہ اگر ہم نے خود کچھ نہ کیا اور حکومت کی سست رفتاری کا یہی عالم رہا تو دس پندرہ برس میں وقت خود اس مسئلے کو طے کردے گا یعنی نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

جہاں تک اُتر پردیش کا سوال ہے، حالت یہ ہو گئی ہے کہ غالباً اسّی فی صدی ایسے طلبہ ہندی کے ذریعے سے ابتدائی تعلیم پا رہے ہیں جن کی مادری زبان اُردو ہے۔ ثانوی منزل پر بہت کم اسکولوں میں اُردو ایک اختیاری مضمون کی حیثیت سے لی جا سکتی ہے اور جو اُردو لیتے ہیں ان طلبہ کی استعداد اتنی واجبی ہوتی ہے کہ پھر معیار قابل ذکر نہیں بن پاتا۔ اس طرح اوّل تو ثانوی منزل پر جو اُردو پڑھنا چاہتے ہیں اُن کی بڑی تعداد کو اس کا موقع نہیں ملتا اور جن کو ملتا ہے وہ کسی قابل نہیں ہوتے۔ اس کا اثر اُردو کی اعلیٰ تعلیم پر بھی پڑتا ہے اور سارا معیار گرنے لگتا ہے۔

اُردو کمیشن ابھی تک بیانات لے رہی ہے، اس کی رپورٹ جنوری میں آنے والی تھی۔ اب جب بھی آئے، نیا تعلیمی سال شروع ہو ہی جائے گا۔ اگر اس کی سفارشات دُور رس ہوئیں تو حکومت انتظامی دشواریوں کا بہانہ کر کے ان میں سے چند کو ماننے سے انکار کردے گی، اگر وہ اچھی سفارشات ہوئیں تو انھیں تسلیم کر لیا جائے گا۔ مگر عمل کی دنیا میں بہت فرق شاید ہی ہو۔

چنانچہ اُردو دوستوں کو اب یہ طے کرنا ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقے میں ابتدائی مدرسے خود چلائیں اور ان کے اخراجات کے لئے باہر سے اپیل کرنے کے بجائے مقامی طور پر وسائل فراہم کریں۔ دوسری طرف ہر ممکن اثر اور رسوخ سے کام لے کر اُردو بولنے والوں کی آبادی کے تناسب سے ایسے نئے ابتدائی مدرسے کھلوائیں جن میں اُردو ذریعہ تعلیم ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ایسے شبینہ مدارس قائم کریں جن میں ثانوی معیار کی اُردو کی تعلیم مُفت دی جائے، خواہ ان مدرسوں کے طلبہ یونیورسٹیوں میں جائیں یا نہ جائیں۔ بظاہر یہ کام بہت مشکل نظر آتا ہے مگر کوشش کرنے سے سرانجام ہو سکتا ہے۔ آغاز ہر علاقے میں ایک ایسے اسکول سے ہو سکتا ہے جس کے ساتھ ایک شبینہ مدرسہ بھی ہو۔ یہ کام صرف انجمن نہیں کر سکتی لیکن انجمن اس کو اُردو دوستوں کے تعاون سے کامیابی کی منزل تک پہنچا سکتی ہے۔

ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگلے دس سال بہت نازک ہیں۔ اگر اس عرصے میں ہم نے اُردو دوستوں کی نئی نسل کو اُردو کے ذریعے سے تعلیم دے دی تو آئندہ ہم اس نسل کی شخصیت و کردار کی طرف سے مطمئن ہو سکتے ہیں اور اُردو کا مستقبل بھی محفوظ ہو سکتا ہے۔ اگر ہم نے ایسا نہیں کیا اور صرف حکومت کا مُنھ تکتے رہے، یا ایک دوسرے پر طنز و تعریض میں مصروف رہے تو ظاہر ہے کہ اُردو اپنوں ہی کی غفلت کا شکار ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں اگلے شمارے میں ہم ایک مفصّل تجویز پیش کریں گے۔

رسم خط و املا کی اِصلاح کے لئے انجمن کی کمیٹی

انجمن کے جلسہ منعقدہ ۲۵ مارچ ۱۹۶۲ء میں جنرل سکریٹری کی اس تجویز پر کہ رسم خط و املا کی اصلاح کے مسئلے پر انجمن کو رائے دینی چاہیے، مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی ترتیب دی گئی جس کے کنوینر حیات اللہ انصاری صاحب منتخب ہوئے۔ یہ کمیٹی اُردو کے رسم خط اور املا کے متعلق اپنی سفارشات مرتب کرے گی۔ کمیٹی مجاز ہوگی کہ ماہرین میں سے جسے چاہے تعاون کے لئے عارضی طور پر یا مستقلاً شامل کرے۔

کمیٹی کے ممبر:-

۱۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی۔ ۲۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی

۳۔ شہاب الدین دسنوی۔ ۴۔ امتیاز علی عرشی

۵۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں۔ ۶۔ حیات اللہ انصاری (کنوینر)

(نوٹ) رسم خط و املا کی اصلاح کے مسئلے میں جو حضرات تجاویز بھیجنا چاہیں، وہ دفتر انجمن کے پتے پر یا کنوینر صاحب کے نام حسب ذیل پتے پر بھیج سکتے ہیں۔

حیات اللہ انصاری صاحب

نظر باغ

لکھنؤ

انجمن ترقی اُردو ہند

۲۴ر اور ۲۵ر مارچ ۱۹۶۲ء کو انجمن ترقی اُردو (ہند) کی مجلس عاملہ، ادبی مجلس، مالی مجلس، اور مجلس عام کے جلسے، انجمن کے مرکزی دفتر میں منعقد ہوئے۔ ان جلسوں میں حسب ذیل ممبروں نے شرکت فرمائی:-

کرنل بشیر حسین صاحب زیدی، پنڈت سندر لال صاحب، عبدالمجید خواجہ صاحب، پروفیسر مسعود حسین صاحب رضوی، شاہ معین الدین صاحب، محمد فضل الرحمن صاحب، ایس۔ کے۔ سہا صاحب (نمائندہ حکومت ہند)، ایس۔ پی۔ ماتا صاحب (نمائندہ حکومت ہند) امتیاز علی صاحب عرشی، راجہ بہادر صاحب گوڑ، سید شہاب الدین صاحب دسنوی، حیات اللہ صاحب انصاری، حمیدہ سلطان صاحبہ، پروفیسر رشید احمد صاحب صدیقی، ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب اور پروفیسر آل احمد صاحب سرور۔

روداد ادبی مجلس

ذیل میں ادبی مجلس کی کارروائی کے ضروری حصے پیش کئے جا رہے ہیں۔

گذشتہ جلسے کی روداد کی توثیق کی گئی۔

جنرل سکریٹری نے رپورٹ پیش کی کہ حسب ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

۱۔ چند ہم عصر ۔ مولوی عبدالحق (چھٹا ایڈیشن)

۲۔ غالب ۔ ڈاکٹر خورشید الاسلام

۳۔ فن کی بات اور اس کا خبد ۔ محمد عتیق صدیقی

۴۔ شاد کی کہانی شاد کی زبانی ۔ محمد مسلم

۵۔ گاندھی اور نہرو کی راہ ۔ ڈاکٹر سید عابد حسین ۔

۶۔ انتخاب کلام شفیق جون پوری

حسب ذیل کتابیں پریس میں ہیں اور مارچ کے آخر تک شائع ہو جائیں گی۔

۷۔ ظاہر باطن ۔ محمد فضل الرحمن

۸۔ ہندی مسلمان حکمرانوں کے سیاسی اصول ۔ ڈاکٹر ایشور ٹوپا ۔

۹۔ نجد کے ادب کی خصوصیات ۔ مشیر فاطمہ

۱۰۔ کلیات شاہی ۔ سید مبارز الدین رفعت

۱۱۔ فن تحریر کی تاریخ ۔ محمد اسحٰق صدیقی

۱۲۔ انتخاب کلام ۔ نشور واحدی

۱۳۔ " جوہر نظامی

۱۴۔ " اختر انصاری (دوسرا ایڈیشن)

۱۵۔ " شمیم کرہانی

۱۶۔ " جذبی

جنرل سکریٹری نے انجمن کی پنج سالہ کتابوں کا پروگرام کمیٹی میں پیش کیا اور پروگرام کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ پانچ سال میں ۶۰ کتابیں انجمن شائع کرے گی۔ اس کے لئے دو تین کاتب ابھی رکھنے پڑیں گے اور کتابیں دلی میں چھپوائی جائیں گی۔ فضل الرحمان صاحب نے بحث کے دوران میں اپنی تجویز پیش کی کہ پروگرام کے لئے عالمانہ اور فلسفیانہ قسم کی کتابیں ماہروں سے دلچسپ اور عام فہم انداز میں لکھوائی جائیں۔ کمیٹی نے جنرل سکریٹری کو اختیار دیا کہ چونکہ پروگرام میں بہت سے ٹیکنیکل عنوانات بھی ہیں اس لئے اس سلسلے میں مصنفین سے خط و کتابت کرکے ترمیم و اضافہ کر لیا جائے اور کتابیں عام فہم زبان میں ہوں۔

شری ایس۔ کے۔ سہا (نمائندہ حکومت ہند) نے حسب ذیل موضوعات پر کتابیں پروگرام میں شامل کرنے کی تجویز پیش کی جو منظور کی گئی۔

۱۔ ڈرامے Drama

۲۔ خود نوشت سوانح حیات Autobiography

۳۔ عوام کے گیت Folk songs

۴۔ عوام کی کہانیاں Folk stories

انجمن ترقی اُردو حیدرآباد کو خراج تحسین

کتب خانہ خواتین دکن و ادارہ تحقیقات کی مطبوعات کی رسم افتتاح

حیدرآباد۔ نواب مہدی نواز جنگ بہادر گورنر گجرات نے ۲۲ر اپریل کو کتب خانہ خواتین دکن و ادارہ تحقیقات کی مطبوعات کی رسم افتتاح انجام دیتے ہوئے کہا کہ حیدرآباد کی علمی دولت قابل فخر ہے۔ اس علمی دولت کی عظمت اور وسعت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ امید ہے کہ اس دولت میں اضافہ ہی ہوتا جائے گا۔ اُردو ہال میں منعقدہ اس تقریب میں نواب صاحب نے اُردو مخطوطات اور حیات و تصنیفات مرزا ابو طالب کلیم ہمدانی ملک الشعراء دربار شاہجہاں کی رسم رونمائی انجام دی۔ پہلی کتاب مولوی نصیر الدین ہاشمی کی اور دوسری کتاب ڈاکٹر شریف النساء بیگم انصار فارسی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ ابتداء میں شریمتی رودا مستری ایم۔ ایل۔ اے صدر کتب خانہ نے خیر مقدمی تقریر کی۔ مولوی نصیر الدین ہاشمی بانی کتب خانہ خواتین دکن نے کتب خانہ کی تاریخ اور سرگرمیوں پر روشنی ڈالی۔ حبیب الرحمن صاحب معتمد انجمن ترقی اردو نے اپنی تقریر میں مولوی نصیر الدین ہاشمی بانی کتب خانہ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ گورنر گجرات نے نمائش کا افتتاح کیا اور اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ چھپے ہوئے علمی خزانوں کو عوام سے روشناس کرانے والے یقیناً قابل مبارکباد ہیں۔ کتب خانوں کا مقصد یہی نہیں ہونا چاہئے کہ وہاں کتابیں اور رسالہ جات محفوظ رہیں۔ بلکہ کتب خانوں کے ذریعے عوام کے سامنے ان کے مسائل رکھے جانے چاہئیں۔ کتب خانوں میں علمی کمیٹیاں بھی ہونی چاہئیں جو ایک ٹرسٹ قائم کرکے کتابوں کی طباعت کا انتظام کرے۔ اس سلسلے میں کتب خانوں کی ایک مشترکہ انجمن کا قیام بھی ممد و معاون ہو سکتا ہے۔ ہر محلے میں ایک کتب خانہ قائم ہونا چاہئے۔

نواب مہدی نواز جنگ نے انجمن ترقی اُردو کی سرگرمیوں اور کارکردگی کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے کہا کہ سمندر پار کے ملکوں کے علم دوست بھی انجمن کی سرگرمیوں سے دلچسپی رکھتے ہیں جن کا اظہار مشہور برطانوی ادیب مسٹر فورسٹر کے اس گراں قدر عطیہ سے ہوتا ہے جو انھوں نے اُردو ہال کی تعمیر کے لئے انجمن ترقی اُردو کو روانہ کیا ہے۔ نواب صاحب نے کہا کہ ایسے افراد بھی جو اُردو سے واقف نہیں ہیں اُردو ہال کے لئے امداد دیتے ہیں۔

شیخ داؤد فانی

جان کیٹس کی یاد میں

مرحبا اے کیٹس تیری زندگی ہے جاوداں
اس جہانِ رنگ و بو میں تو مہکتا ہے ابھی
کہکشاں بن کے فلک پر تو چمکتا ہے ابھی
صفحۂ گیتی سے مٹ سکتے نہیں تیرے نشاں
دہنِ "ملٹن" میں ہے گویا "کین" کی میٹھی زباں
شہد سے لبریز تیری شاعری کا جام ہے
شہد کی مکھی کے اونٹوں پہ بھی تیرا نام ہے
تو گلِ شعر و سخن کی ہے بہارِ جاوداں

حسن ہی انجام ہے اور حسن ہی آغاز ہے
حسن کے پردے میں مضمر ہے نشاطِ دائمی
حسن سے قائم ہے ذوقِ جستجو بر آدمی
تیرے سازِ شاعری میں بس یہی آواز ہے
پیکرِ حسن و صداقت مشعلِ راہِ طویل
شاعری تیری ہے گویا نکتۂ فکرِ جمیل

تنویر سامانی

مجاہدینِ الجزائر کو سلام

ظلمتِ شب کا الم ناک فسوں ختم ہوا
مسکراؤ کہ وہ لمحاتِ حزیں بیت گئے
آمریت کی ہوئی ہارِ ستمگر کی شکست
حریت کی یہ کٹھن جنگ بھی تم جیت گئے

زہر آلود فضاؤں میں گزارے دن رات
بم کے پر ہول دھماکوں سے بھی ٹکراتے رہے
گولیاں کھاتے رہے سینوں پہ پیہم لیکن
دہر میں پرچمِ جمہور کو لہراتے رہے

رنج و غم دور ہوئے دورِ طرب آیا ہے
آؤ اب امن کی قندیل جلائیں ہم تم
اب کوئی ملک بھی محکوم نہیں رہ سکتا
ساری دنیا کو یہ پیغام سنائیں ہم تم

الجزائر تری وادی کے افق زاروں میں
آج ہے کتنی بلندی پہ شہیدوں کا مقام

خواب دیکھے تھے جنہوں نے کبھی آزادی کے
ایسے با عزم جوانوں کے اِرادوں کو سلام

آہنی حلقۂ زنجیرِ گراں ٹوٹ گیا
اپنی آزاد حکومت ہو مبارک تم کو
فصلِ گل آئی ہے پیغامِ مسرت لے کر
ساعتِ جشنِ مسرت ہو مبارک تم کو

کرشن موہن

قطعات

نشۂ رومانیت میں ڈولتی جو ہوئی آنکھیں
کیفِ سحر طاری ہے اک گونہ چھپ چھپ مجھ کو
عشق اک حسرتِ کھولتی ہوئی آنکھیں
آج میں نے دیکھی ہیں بولتی ہوئی آنکھیں

بے قرار جذبوں کو شوخ آرزوؤں کو
میرے دل کے ساغر میں جگمگا رہا شوقِ کا رنگ
مستیوں کے ساغر میں ناچتی ہوئی آنکھیں
مسکراہٹوں کا رس گھولتی ہوئی آنکھیں

غزل

بانو طاہرہ سعید

بزمِ دوستاں میں یوں طول مرا رہا تنہا
جس طرح ستاروں میں چاند ہو سدا تنہا
چل دیئے مسافر سب ساحلِ مراد آیا
پار کر کے کشتی کو خود ہے ناخدا تنہا
گلستاں بہاریں ہیں اور درد تنہائی
میرے ساتھ چلنے والے کاش آ بھی جاتا تنہا

ناصر زیدی

روحِ احساس ہے تہی دامن
دل ہے یا حسرتوں کا اِک مدفن
شفقت جب سے ہے نظر اُن کی
دل کو در پیش ہے شمعِ انجمن
میری یادوں سے گل بداماں ہے
ایک زہرہ جمال کا آنگن

حکیم انجم فوقی

نگاہیں سامنے آ جاؤ تو کچھ بات بنے
قدم قدم پہ جگا جاؤ تو کچھ بات بنے
دھیان کچھ ابھی باقی ہے پھر سے وطن کی
پھر سے دیوانہ بنا جاؤ تو کچھ بات بنے
چشمِ انجم بڑی حسرت سے ہے نگراں پر سو
اک ذرا جلوہ دکھا جاؤ تو کچھ بات بنے

معین کوثر

غم فراموش ہوا ہوں شکوۂ بیداد نہیں
ظلم جو تم نے کئے ہیں مجھے یاد نہیں
فصلِ گل آتے ہی ٹوٹنے لگی پھر ان کی تڑپ
جو سرِ جنوں طوقِ ودرس یاد نہیں
اُس جفا جو سے محبت کی توقع کوثر
ایسی تعمیر ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں

Kean — Milton — John Keats

سمپورنانند جی نے اُردو مشاعرہ کیا

لکھنؤ (ڈاک سے) راجستھان کے گورنر ڈاکٹر سمپورنانند جی نے روانہ ہونے سے پہلے اپنے جائے قیام پر بزم شعراء کے اراکین کی ایک نشست کا انتظام کیا جس میں نواب جعفر علی خاں اثر، پنڈت آنند نرائن ملا، سید صدیق حسن، حبیب احمد صدیقی، محمد ذوالنورین، عمر انصاری، سالک لکھنوی، امین سلونوی، نہال رضوی، حکیم شارب، فیروز نظامی، مصور لکھنوی، عرفان لکھنوی، شایاں رام پوری، ساحر لکھنوی، شفق شاہانی وغیرہ وغیرہ جن شعراء نے حصہ لیا۔ اس کے بعد سمپورنانند جی راجستھان کے لئے روانہ ہو گئے۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کے جائے قیام پر ان کی روانگی سے قبل یہ نشست ہونا چاہیئے۔ اس نشست میں کچھ بیرونی امریکن سیاح بھی شریک ہوئے۔ آخر میں پنڈت آنند نرائن ملا نے سمپورنانند جی کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے اس طرح بزم شعراء کی محفلوں میں ہمیشہ دلچسپی لی اور اس بات کی امید ظاہر کی کہ بابوجی اس کے بعد بھی اپنی دلچسپی جاری رکھیں گے۔ سب سے آخر میں لوگوں کے اصرار پر ڈاکٹر سمپورنانند نے اپنی ایک تازہ غزل سُنائی۔ مسٹر حیات اللہ انصاری نے کہا کہ راجستھان میں بھی ہم لوگ بابوجی کی دعوت پر جائیں گے اور یہ محفل وہاں بھی گرم ہوگی۔

امریکی یونیورسٹی میں اُردو تعلیم کا انتظام

وس کانسن یونی ورسٹی امریکہ میں سال رواں سے اُردو کی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس یونیورسٹی کے شعبہ علوم ہند کے صدر جناب رچرڈ ڈی۔ ایچ۔ رابنسن ۲۸ مارچ ۱۹۶۲ء کو دہلی تشریف لائے۔ ان کی آمد کے موقع پر دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اُردو نے ۲۸ مارچ کی شام کو ایک جلسہ کا اہتمام کیا۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ریڈر شعبہ اُردو دہلی یونیورسٹی نے اپنی استقبالیہ تقریر میں رابنسن صاحب اور ان کے امریکی رفقا کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس اسکیم پر روشنی ڈالی جو امریکی یونی ورسٹی میں اُردو کے تعلیمی کام کی توسیع کے لئے مرتب کی گئی ہے۔

اُردو کے سیکشن کا انچارج وس کانسن میں بالآخر ایک امریکی ہی ہوگا لیکن جب تک وہ دہلی میں اُردو کی تعلیم پوری کرے دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اُردو سے استاد کی خدمات مستعار حاصل کی جائیں اور وہ وہاں امریکی طلبہ کے لئے نصاب تیار کرے اور زبان و ادب کی تعلیم دے۔

اُردو کی قلمی اور نادر کتابوں کا جو بیش بہا ذخیرہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہے۔ امریکی یونی ورسٹی ان کے مائیکرو فلم تیار کرائے اور دہلی میں جو اس کی لائبریری قائم کرے۔ ان مائیکرو فلم کی نقل امریکی یونی ورسٹی میں بھی رکھی جائے۔

اُردو کی اہم کتابوں کے انگریزی تراجم دہلی یونی ورسٹی اور وس کانسن کے باہمی تعاون اور اشتراک عمل سے کرائے جائیں۔

فاضل مقرر نے کہا خوشی کی بات ہے کہ پروفیسر رابنسن نے اور ان کے شعبہ علوم ہند نے اس اسکیم کی پوری پوری حمایت کی ہے اور ہمیں امید ہے کہ وس کانسن یونی ورسٹی بھی اس توسیعی منصوبے کو منظور کرلے گی۔ اس اسکیم کی ایک خوبی یہ ہے کہ اُردو کے مقابلے میں ہندوستان کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اُردو دراصل شورسینی اپبھرنش کا وہ ورثہ ہے جو چودھویں صدی میں دہلی والوں کے ہاتھوں کھڑی بولی کو منتقل ہوا تھا۔ اُردو کا اگر کوئی مصدر و ماخذ ہے تو دہلی۔ گہوارہ و آستانہ ہے تو دہلی۔ اُردو گنگا اور جمنا کے دوآب میں پلی اور بڑھی ہے۔ اسی سرزمین میں میر و غالب پیدا ہوئے ہیں۔ یہ صورت نہ مشرقی بنگال میں ہے نہ بلوچستان میں نہ سرحد و سندھ میں۔ ہندوستان میں کچھ دشواریاں سہی، پھر بھی یہ ایک جمہوری ملک ہے۔ اسے اپنی سب زبانوں سے محبت ہے۔ اُردو کے سب سے زیادہ اخبار ہندوستان ہی سے نکلتے ہیں۔ آزادی کے بعد سے اس وقت تک ہندوستان میں جو تخلیقی و تحقیقی کام ہوا ہے وہ بھی خاصا وسیع ہے۔ روس اور چیکوسلاواکیہ نے اُردو کی اہمیت کو تسلیم کرلیا ہے اور وہاں یہ زبان ہائی اسکول سے پڑھائی جاتی ہے۔ روس والوں نے اُردو کی اہم کتابوں کے ترجمے بھی کر ڈالے ہیں۔ ہمارے یہاں لوگ کروڑوں کی تعداد میں انگریزی پڑھتے ہیں۔ لیکن غور طلب ہے کہ ہندی اور اُردو کی طرف کتنے امریکی متوجہ ہیں۔ ادب میں دل کی دھڑکنیں پوشیدہ ہوتی ہیں اور زبان میں خیال کی گہرائیاں۔ اگر ہم ایک ہی زبان میں بات کرسکیں تو اجنبیت کی دیوار ٹوٹ جاتی ہے اور ہم ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کا احترام کرنے لگتے ہیں۔ زبان بین الاقوامی روابط کو مضبوط بنانے اور ایک دوسرے کو سمجھنے کا بہت اہم ذریعہ ہے۔ اشتراک و تعاون وہی مضبوط اور دیرپا ہے جو علمی و تہذیبی انجمنوں یونی ورسٹیوں اور تحقیقی اداروں کے درمیان ہو۔

پروفیسر رابنسن نے دہلی کے دوستوں کی گرمجوشی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ میں ہندوستان کی زبانوں سے دلچسپی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ وس کانسن یونی ورسٹی میں ہندی تلگو اور اُردو کی تعلیم کا انتظام ہے۔ کنڑ زبان کا کام بھی جلد ہی شروع کر دیا جائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اُردو کی جو توسیعی اسکیم ہماری یونیورسٹی میں پیش کی گئی ہے اسے منظور کرلیا جائے گا کیوں کہ امریکہ کے باشندے ہندوستانی تہذیب و تمدن اور زبان سے بڑی گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ خصوصاً ویدانت اور بودھی فلسفہ کی رجحان زیادہ ہے۔ اسی طرح اسلامیات کی طرف بھی توجہ کی جانے لگی ہے۔

جلسہ کی صدارت کے فرائض ڈاکٹر تاراچند نے انجام دئے۔ دہلی یونی ورسٹی کے طلبہ اور اساتذہ کے علاوہ اُردو کے بہی خواہ ادیب اور شاعر جلسہ میں شریک ہوئے۔ (سکریٹری شعبہ اُردو)

پاکستانی زائرین کا ادبی تحفہ

انبالہ ۱۵ اپریل۔ یہاں جنگ پور شریف کے سہ روزہ عرس میں شرکت کرنے کے لئے جو مسلم زائرین پاکستان سے آئے تھے وہ شہید چمن گر پبلک لائبریری بھی دیکھنے گئے اور انھوں نے شہید چمن گر کی یاد میں لائبریری کو پانچ کتابیں بطور خراج عقیدت پیش کیں۔ چمن گر ایک سنیاسی تھے جو ۱۹۴۲ء کی ہندوستان چھوڑو تحریک میں کام آئے تھے۔ یہ مسلم مہاجرین تقسیم سے پہلے اسی علاقہ میں رہتے تھے۔ انھوں نے لائبریری کو مزید کتابیں بھیجنے کا وعدہ کیا۔

دہلی کے شاعروں کے مزارات کی مرمت

دہلی میں مدفون شاعروں اور بزرگوں کے مزارات بہت شکستہ حالت میں ہیں اور اکثر لوح سے بھی محروم ہیں۔ میر درد۔ میر اثر۔ میر ناصر عندلیب۔ مومن۔ ذوق۔ شیفتہ اور معروف وغیرہ کے علاوہ دیگر سترہ مزارات کی یہی حالت ہے۔ ابو الکلام اکیڈمی آف لیٹرز نے ایک کمیٹی مقرر کی ہے جو ان مزارات کی مرمت کرائے گی۔ اس کمیٹی کے ممبران حسبِ ذیل ہیں:- پرنسپل ایم۔ ایم۔ بیگ صاحب (کنوینر)، اسلم پرویز صاحب (سکریٹری)، خوشتر گرامی صاحب (خزانچی)۔ صدیق الرحمٰن قدوائی صاحب۔ ڈاکٹر خلیق انجم صاحب۔

(اسلم پرویز سکریٹری مزارات کمیٹی)

انجمن تعمیرِ اردو دلّی کی اپریل ۱۹۶۲ء کی سرگرمیاں

یکم اپریل کو سید احتشام حسین صاحب ممبر ساہتیہ اکیڈمی نے انجمن کی جانب سے عرشی صاحب و مخدوم صاحب کو سپاس نامہ و استقبالیہ پیش کئے جانے کی تقریب کی صدارت فرمائی۔

بمبئی فلم انڈسٹری کے مکالمہ نویس اور کہانی کار جناب سی ایل کاوش نے تعمیرِ اردو کی خدمات پر اظہارِ مسرت کیا۔ منعقدہ پروگراموں میں ۱۵ر اپریل کو غلام احمد فرقت صاحب نے روایتی عشق اور فرسودہ معنوی جنگ رقابت پر طنزیہ مضمون پڑھا۔ محمود سعیدی صاحب نے نظم اور طالب دہلوی صاحب نے غزل پر داد حاصل کی۔ اور ۲۲ر اپریل کو جناب رشید حسن خاں کے دلّی سے رخصت ہونے پر اُن کی تین سالہ دلّی کی ادبی خدمات اور انجمن تعمیرِ اردو سے تعاون کا ذکر کرتے ہوئے گلزار دہلوی نے پُرجوش انداز میں الوداع کہا۔ رشید حسن خاں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے مقدمہ نگاری اور مقدمہ نویسی پر تنقید کرتے ہوئے روایتی تعرّف اور مقدموں کی فرزندہ داری روش پر روشنی ڈالی۔ (ریاض صدیقی نائب ناظم)

مچھروں اور پسّوؤں کو دُور رکھنے والی نئی دوا

سوویت یونین میں ایک نئی دوا تیار ہوئی ہے جسے "دتیا" کا نام دیا گیا ہے۔ اگر یہ کپڑے پر چھڑک دی جائے تو بعض زہریلے کیڑوں کو دور رکھتی ہے۔ ایک مہینے تک یہ کیڑے کپڑے سے بھاگتے ہیں۔ جسم کے کھلے ہوئے اعضا پر مل لی جائے تو آٹھ دس گھنٹے تک مچھر، پسو، کھٹمل دور رہتے ہیں۔ دوا کا رنگ سنہرا۔ یہ ماسکو کے ایک کارخانے نے تیار کی ہے۔ اور پہلی کھیپ سائبیریا روانہ کی گئی ہے۔

مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے والی مشین

لندن ۱۹ر اپریل۔ ایک نسل پہلے یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی تھی کہ مستقبل میں مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے والی کوئی مشین تیار ہو سکے گی۔ مگر اب ایسی مشینوں کی جانچ لیبارٹریوں میں ہو رہی ہے۔ حال ہی میں ایک ایسی ہی مشین کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس نے روسی اخبار پراودا کے آٹھ ہزار الفاظ پر مشتمل ایک مضمون کا ترجمہ آٹھ منٹ میں کر دیا۔ یہ صحیح ہے کہ اس مشین سے ترجمہ تو ایسا ہو گیا جو سمجھ میں آسکتا تھا مگر اس میں صرف و نحو کی بے انتہا غلطیاں تھیں۔

سب سے پہلے ترجمہ کرنے والی ایک مشین ۱۹۵۴ء میں نیویارک میں منظرِ عام پر آئی۔ اس وقت سے اب تک انجینیر اس کام میں مصروف ہیں کہ ان مشینوں کو اس طریقے سے تیار کیا جائے کہ نہ صرف ان کا کیا ہوا ترجمہ قابلِ فہم ہو بلکہ ادب اور زبان کے لحاظ سے بھی معیاری ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ مشین ترجمہ کیسے کرتی ہے؟ شیشے کی ایک پلیٹ جو دس انچ قطر کی ہوتی ہے ایک منٹ میں ۲۴ سو چکر کاٹتی ہے اور اس مشین کے لئے لغت کا کام دیتی ہے۔ اس پلیٹ کی سطح پر سات سو کھدی ہوئی لکیریں ہوتی ہیں۔ ان لکیروں میں سیاہ اور کالے رنگ کے نشان ہوتے ہیں جو ۵۵ ہزار غیر ملکی الفاظ کی نمائندگی کرتے ہیں۔ غیر ملکی تحریر کو ایک کاغذ کے ٹیپ کی شکل میں جس میں سوراخ ہوتے ہیں مشین پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ مشین ان سوراخوں کی مدد سے اصل الفاظ کا ادراک کرتی ہے اور انگریزی زبان کے متبادل الفاظ اپنی لغت سے تلاش کرتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غیر ملکی تحریر کا ترجمہ خود بخود انگریزی میں ٹائپ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی متبادل لفظ مشین کی لغت یا ڈکشنری میں موجود نہ ہو تو وہ ہو بہو سیاہی میں چھپ جاتا ہے اور آئندہ اس لفظ کا انگریزی متبادل لفظ مشین کی لغت میں شامل کر دیا جاتا ہے۔

عبدالقوی دسنوی

حسرت موہانی کی دو غزلیں

"ریاض خلیل" نام کا ایک گلدستہ اکتوبر ۱۸۹۶ء میں مارہرہ سے جاری ہوا تھا جس کے مالک و مرتب جناب حافظ حاجی سید علی احسن صاحب احسنؔ تھے۔ اور گلدستہ کے حسب ذیل قواعد تھے:-

(۱) یہ گلدستہ ہر انگریزی مہینے میں ایک بار شائع ہوتا ہے جس کی سالانہ قیمت صرف عہ سال ہے۔ (۲) جو صاحب مستقل پیشگی قیمت دینے والے خریدار ہوں گے ان کو یہ گلدستہ سال بھر مفت دیا جائے گا۔ (۳) اس گلدستہ کے معاونوں سے عہ اور محسنوں سے عہ اور مربیوں سے عہ سال لئے جائیں گے۔ (۴) رؤسا نامی سے حسب نوازش ان کی قیمت سالانہ لی جائے گی ورنہ عہ سے کم نہ لئے جائیں گے۔ (۵) خریدار اور غیر خریدار سب کا کلام منتخب شائع ہوگا مگر کلام غیر طرح بشرط صحت و گنجائش شائع ہوگا۔ پوری غزل بشرط صحت (ایک آنہ) فی شعر کے حساب سے شائع ہوگی۔ (۶) اجرت اشتہار فی سطر دو آنے کے حساب سے ایک مرتبہ درج ہوں گے۔ زیادہ کے لئے خط و کتابت کیجئے۔ (۷) جواب طلب امور کے واسطے جوابی کارڈ یا مع ٹکٹ آنا چاہیئے ورنہ جواب ندارد۔ (۸) ہر قسم کی خط و کتابت و ترسیل قیمت بنام سید علی احسن احسنؔ مالک و منیجر بمقام مارہرہ ضلع ایٹہ ہونا چاہیئے۔ (۹) ہر شاعر اپنی غزل کے ساتھ اپنی عمر ضرور لکھ دیا کرے کہ وہ بھی سرخی میں لکھی جائے گی، اور نیز ہر شاعر اپنی تصویر کی ایک کاپی ہمارے پاس بھیج دے تاکہ وہ گلدستہ میں چھاپی جائے۔ (۱۰) جو غزل زیادہ خراب اور شکستہ لکھی ہوئی دفتر میں آئے گی بوجہ نہ پڑھے جانے کے داخل دفتر ہوگی اور جس کے ایک صفحہ پر دو غزلیں ہوں گی وہ بھی داخل دفتر۔ (۱۱) کوئی شخص اپنا نام اجنبی خطاب لکھا کرے وہ خطاب جو کسی والی ریاست یا گورنمنٹ عالیہ کا عطیہ ہوگا درج نہ کیا جائے گا۔

اس گلدستہ میں شائع ہونے والے شعرا میں داغؔ دہلوی اور مضطرؔ خیرآبادی کے نام سرفہرست ہیں۔ داغ کا ایک خط بھی شائع ہوا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو اس گلدستہ سے گہرا تعلق تھا۔ ملاحظہ کیجئے:

عنایت فرمائے داغ سلام و نیاز۔ یہ گلدستہ باہتمام میرے ایک شاگرد مارہرہ ضلع ایٹہ سے نکلتا ہے جس کو پورا ایک سال ہو چکا ہے میرے پیارے شاگرد نے مجھے کئی مرتبہ اس امر کی تحریک کی کہ میں ریاض سخن کی اشاعت میں کوشش کروں مگر میں بوجہ اپنی علالت کے جو ایک مدت تک مجھ کو لاحق رہی جواب دینے سے مجبور رہا۔ اب بفضلہ تعالیٰ افاقہ ہے میں اپنے اسی پیارے شاگرد کی خاطر آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آپ اس ہونہار پودے کی ضرور سرپرستی کیجئے ایک ہی سال میں اس نے قابل قدر ترقی حاصل کی ہے۔ مجھ کو امید ہے کہ آپ میری اس تحریر پر خیال کر کے ضرور اس کی خریداری منظور کریں گے۔ قیمت عام صرف ایک روپیہ سال مگر یہ ایک سال ابھی شائع ہوا ہے جس کی قیمت مع گلدستہ عہ ہے۔ اس کا جواب سید علی احسن صاحب احسنؔ مالک منیجر ریاض سخن کے پاس مارہرہ ضلع ایٹہ بھیجئے اور نیز اپنے کلام سے اس گلدستہ کی رونق بڑھائیے جو میری خوشنودی کا باعث ہوگا ورنہ شکایت ہوگی اور وقت طلب گلدستہ ویلوپی ایبل کی ضرور اجازت دی جائے۔

مرسلہ
فصیح الملک داغ دہلوی
از حیدرآباد دکن

اس گلدستہ کے اکتوبر اور دسمبر ۱۹۰۱ء کے نمبروں میں حسرت کی دو غزلیں شائع ہوئی ہیں۔ اکتوبر کے شمارے میں مصرع طرح "خوشی کا تیرے غم اچھا ترے غم کی خوشی اچھی" تھا۔ حسرت کی غزل ملاحظہ کیجئے:-

یہ سب ہے ہماری الفت نہ ہوگی یہ کبھی اچھی
طبیبو جاؤ بس اب ہو چکی حالت مری اچھی

مجھے افکار عالم کیا خود اپنی بھی نہیں پروا
سراپا فکر ہونے سے ہے از خود رفتگی اچھی

خیال ترک ہے اور موسم گل یہ نہیں ممکن
شراب ناب سے توبہ کی واعظ نے کہی اچھی

گزرتا ہے کہ یوں ہوتا کسی کے بزم عالی میں
نمائش از روئے سخن مجھے ہے بیخودی اچھی

ہمارے چھیڑنے کو غیر سے سرگوشیاں کیوں تھیں
نہیں معلوم ہوتی ہم کو ایسی دل لگی اچھی

خیال چشم مخمور صنم جس سے کہ پیدا ہو
ہزاروں ہوش سے بیشک ہے ایسی بیخودی اچھی

نصیب زاہد وقف عبادت باغ جنت ہو
ہمیں ہے جنت الفردوس سے اس کی گلی اچھی

دل دلدادۂ صورت پرستی بھی عجب شے ہے
نہیں قابو میں رہتا دیکھ کر صورت کوئی اچھی

ستم ان کا کرم مجھ کو جفا ان کی وفا مجھ کو
حقیقت میں ہے حسرتؔ خوئے ایذا دوستی اچھی

دوسری غزل کا مصرع طرح "مرے دل کو تمنائے بتان بیوفا کیوں ہے" تھا۔ غزل ذیل میں درج ہے۔

مچی ہے حسرتوں میں دھوم کس کا تیر آپہنچا
دل پر آرزو میں آج شور مرحبا کیوں ہے

یہ کس کی شوخی رفتار نے فتنے اٹھائے ہیں
ابھی گزرا ادھر سے کون یہ آفت بپا کیوں ہے

مداوائے جنون عشق کو یہ کون آیا ہے
دل دلدادۂ دیوانگی وقف دعا کیوں ہے

شکر رنجی کا باعث کچھ نہیں پر شور سنتا ہوں
الٰہی کیا سبب ہے مجھ سے وہ بت بے مزا کیوں ہے

شریک لذت غم غیر کو بھی کر دیا کس نے
کسی سے برسر شکوہ دل رشک آشنا کیوں ہے

تمہارے لب یہ کہتے ہیں تمہارے حسن زیبا سے
کوئی عیسیٰ نفس کیوں ہے کوئی یوسف لقا کیوں ہے

زہے قسمت سنا ہے نام کس کا آج کانوں نے
زباں پر میری حسرتؔ کلمۂ صل علیٰ کیوں ہے

مراسلہ

انشائیہ پر ایک نظر

یکم اپریل ۱۹۶۲ء کے "ہماری زبان" میں ڈاکٹر سید محمد حسنین صاحب کا مقالہ "انشائیہ ایک صنف ادب" نظر نواز ہوا۔ اس سے پہلے صاحب موصوف کی تصنیف "صنف انشائیہ اور چند انشائیے" کا بھی مطالعہ کر چکا تھا۔ فاضل مقالہ نگار کی کاوشیں قابل ستائش ہیں مگر آپ کا یہ قول حقیقت پر مبنی نہیں کہ "اردو میں انشائیہ کو صنفی لحاظ سے سب سے پہلے ڈاکٹر اختر اورینوی نے ادب میں روشناس کرایا۔"

بیسویں صدی کے ربع اول میں انشائیہ کے متعدد نمونے شائع ہوتے رہے جن میں خواجہ حسن نظامی کی "سیپارۂ دل"، نیاز فتحپوری کی "نگارستان" اور سید سجاد حیدر یلدرم کی "خیالستان" کے انشائیے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ نثری نمونوں کی چھان بین سے ان سے پیشتر بھی انشائیوں کے نمونے ملتے ہیں چنانچہ مولوی محمد یحییٰ تنہا نے "سیر المصنفین" میں سرسید احمد خاں کے ایک مضمون کا اقتباس درج کیا ہے جس پر انشائیہ کا اطلاق بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

بہار میں انشائیے کی ابتدا کس نے کی؟ اس کا ذکر راقم الحروف نے اپنے مقالہ "پامالِ زمانہ" (مطبوعہ ندیم پٹنہ جون ۱۹۳۶ء) میں کیا ہے۔ ۱۹۰۸ء میں ماہانہ رسالہ "زبان" یوپی یا پنجاب کے کسی شہر سے شائع ہوتا تھا۔ اس میں انشائیوں کے متعدد نمونے رہتے تھے۔ اس کے ایک شمارے میں "بچپن" کے زیر عنوان "ایک انشائیہ شائع ہوا تھا۔ میرے ممدوح نے اس کے جواب میں دوسرا انشائیہ لکھا جو اس شعر پر ختم ہوا تھا ؂

اسیر پنجۂ عہد شباب کر کے مجھے　　کہاں گیا مرا بچپن خراب کر کے مجھے

اس کے علاوہ اور انشائیے بھی وہ لکھتے رہے۔

یہ صنف مختلف وقتوں میں مختلف ناموں سے موسوم ہوئی۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور نے "اردو کے اسالیب بیان" میں اسے "ٹیگوری اردو" سے موسوم کیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ٹیگور کی گیتانجلی اور دوسری نظموں کے نثری تراجم سے اردو میں ایک نیا طرز انشا وجود میں آیا جس کا کوئی نام نہ تھا۔ اس نے قارئین میں ایک کشش پیدا کی اور دوسرے بھی اس راہ پر چل نکلے۔ اس کے بعد "شعر منثور" اور "ادب لطیف" بھی کہنے لگے۔ یہ ممکن ہے کہ ڈاکٹر سید اختر احمد اورینوی نے پہلے پہل اسے انشائیہ کے نام سے موسوم کیا ہو۔

اب آیئے انشائیے کی نوعیت کا جائزہ لیں۔ بقول سقراط کسی امر مجرد (abstract) کی تعریف محال ہے۔ اس کی تشریح ممکن ہے۔ فاضل مقالہ نگار کی یہ تعریف ایک حد تک صحیح ہے کہ "انشائیہ کسی موضوع پر لطیف تاثراتی بیان ہے۔" اور ڈاکٹر اختر اورینوی نے بھی "ترنگ" کے مقدمہ میں ایک حد تک صحیح لکھا ہے کہ ادب لطیف کا رنگ جب چوکھا ہو جاتا ہے تو وہ 'انشائیہ' ہو جاتا ہے۔

فاضل مقالہ نگار کے یہ اقوال محل نظر ہیں کہ "انشائیہ ادب کی وہ صنف ہے جو محض غیر سنجیدہ خیالات اور ذاتی تاثرات کی ترجمانی کے لئے وقف ہے" "انشائیہ میں خیالات کی بے ربطی اور آوارہ خیالی شرط ہے"۔ اسی طرح ان کا یہ نظریہ کہ "انشائیہ کو مزاحیہ ہونا ضروری ہے" بھی صحیح نہیں۔

نظم ہو یا نثر ربط و تسلسل اس کا جزو لازم ہے۔ اصل یہ ہے کہ بعضوں نے غلط فہمی سے پرشکوہ الفاظ و تراکیب کے بے ربط مجموعے کو انشائیہ سمجھ لیا اور سوئے اتفاق سے ایسی تحریریں رسالوں میں شائع ہوتی رہیں۔ بعضوں نے تو اپنے نام نہاد انشائیوں کو الفاظ سے زیادہ نقطوں اور لکیروں کا مجموعہ بنا دیا۔ مگر اہل نقد و نظر ایسی تحریروں کو کسی صنف میں شمار نہیں کرتے۔ حسن نظامی، نیاز، سجاد حیدر اور سجاد علی انصاری کے انشائیوں میں ربط و تسلسل کا فقدان بالکل نہیں۔

ایک عزیز نے مجھے یہ خط لکھا "رسول اللہ (صلعم) کو معراج ہوئی۔ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے عالم طفلی میں خواب دیکھا انسان تو وہ بھی تھے مگر جفاکش۔ صابر اور اپنے معشوق کے سچے عاشق۔" یہ تمہید اس بات کی تھی کہ آپ مجھ سے ملنے آئے مگر بدقسمتی سے ملاقات نہ ہو سکی۔

گر بر سر و چشم من نشینی　　نازت بکشم کہ نازنینی

بعض طبائع انسانی اس درخشندہ حقیقت کے ماننے کو آمادہ ہیں مگر اکثر طبائع مذمومہ نے اس کے ماننے سے انکار کیا۔ وہ ایک بجلی کی کوندھ تھی۔ یا صاعقۂ نور تھا جو چمکا طور پر یا فاران پر یا میرے دل و جان پر۔ امان چاہتا ہوں، امان، کس کے لئے؟ ان دو انگلیوں کے لئے۔" الفاظ پرشکوہ سہی۔ جملے شاندار سہی۔ مگر اہل نظر نے اسے کسی صنف میں شمار نہ کیا۔

انشائیوں کے لئے مزاحیہ ہونا بھی شرط نہیں۔ مشہور امریکی اہل قلم گرٹرول کلیشر کا قول ہے کہ غیر فانی پیداواریں ہمیشہ سنجیدہ بلکہ درد آگیں و المناک تک ہوتی ہیں اور مزاحیہ تحریریں یا تقریریں محض مسخرفات کے زمرے میں ہیں۔ جن کا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔

یہ بھی صحیح نہیں کہ مضمون نویسی صرف چھوٹے بچوں یا اسکول کے لڑکوں کا شغل ہے۔ بیکن، آرتھر ہلپس، ایمرسن، سرسید، شبلی، حالی، ذکاء اللہ وغیرہم مضمون نویسی کے وقت چھوٹے بچے یا اسکول کے لڑکے نہ تھے۔

(پروفیسر یوسف بلخی)

انجمن ترقی اُردو شاخ رشڑا

گذشتہ اتوار کو کبیر الدین اتحاد یہ لائبریری، روم رشڑا انجمن ترقی اردو شاخ رشڑا کا ایک انتخابی جلسہ صدر انجمن غلام مرتضیٰ صاحب کی صدارت میں ہوا۔ جناب عبدالحمید صاحب اعزازی جنرل سکریٹری انجمن ترقی اُردو مغربی بنگال نے نگراں کی حیثیت سے شرکت فرمائی اور مندرجہ ذیل حضرات عہدہ دار منتخب کئے گئے۔

صدر:- ماسٹر غلام مرتضیٰ، ناظم اعلیٰ:- رضا حسن چودھری، ناظم:- ماسٹر عبدالقادر و نور عالم صاحبان، ناظم نشر و اشاعت: مولانا احسن مشتاقی - خازن:- رضا حسن، النعلن:- رضا حسن چودھری جنرل سکریٹری انجمن ترقی اُردو شاخ رشڑا ضلع ہوگلی۔

انجمن ترقی اُردو راجستھان کا انتخابی اجلاس

جے پور (ڈاک سے) انجمن ترقی اُردو ہند کی راجستھان شاخ کا انتخابی اجلاس تاریخ ۶ مئی ۶۲ء کو بوقت ۹ بجے صبح مسلم مسافر خانہ جے پور میں منعقد ہو رہا ہے جس میں جدید انتخابات بھی عمل میں آئیں گے اور دیگر امور کے علاوہ ایک آل راجستھان اُردو کانفرنس منعقد کرنے کا سوال بھی طے ہوگا جس کی کچھ عرصہ سے ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ توقع ہے کہ انجمن مذکور کے ارکان کے علاوہ دیگر اُردو دوست حضرات بھی راجستھان کے گوشے گوشے سے اس اجلاس میں شریک ہوں گے۔ جے پور میں اس اجلاس کو خاص اہمیت دی جا رہی ہے۔ (نامہ نگار)

انجمن ترقی اُردو کلکتہ

انجمن ترقی اُردو، کلکتہ کے زیر اہتمام جلسۂ مباحثہ منعقدہ ۲۲ اپریل ۶۲ء نہایت کامیاب رہا۔ جلسہ کی صدارت خواجہ محمد یوسف صاحب (ایڈوکیٹ سپریم کورٹ) نے فرمائی۔ مباحثہ کی کارروائی سے پہلے پروفیسر فضل الرحمٰن باقی اور جناب محمود طرزی کی وفات حسرت آیات پر تعزیتی تجویز منظور ہوئی اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کی گئی۔

صدر جلسہ جناب محمد یوسف نے اپنی تقریر میں جلسۂ مباحثہ کے انعقاد کو سراہا اور مشورہ دیا کہ غیر اُردو داں دوستوں کو بھی ایسے جلسوں میں حصہ لینے کی دعوت دی جائے۔ جناب غلام قادر خاں نے جناب صدر، مقررین اور سامعین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اُردو دوستوں سے درخواست کی کہ وہ اُردو کے مستقبل کو روشن بنانے کے لئے اُردو کی تحریک اور اس کے جلسوں سے زیادہ دلچسپی لیں۔

(غلام قادر خاں کنوینر تعلیمی کمیٹی انجمن ترقی اُردو کلکتہ)

روضہ ریلوے کلب کا سالانہ مشاعرہ

۱۶ اپریل کی شب کو روضہ ریلوے کلب میں ایک بزم سخن منعقد ہوئی جس میں شاہجہاں پور کے نمائندہ شعرا کے علاوہ بیرونی شعرا بھی شریک ہوئے۔

(سکریٹری بزم ادب روضہ)

ہندی دوستی کا مطلب دوسرے کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا نہیں

نئی دہلی ۔۔۔۔۔۔ ۲۵ اپریل کو لوک سبھا میں ہندی کے پرجوش حامیوں کو اس وقت سخت زک اٹھانی پڑی جب اتر پردیش کے ایک کانگرسی ممبر نے شائستگی کے ساتھ ہندی میں تقریر کرنے سے انکار کر دیا۔

جب مسٹر ایس۔ این چترویدی نے ریلوے بجٹ پر اپنی تقریر ان الفاظ کے ساتھ شروع کی "مسٹر اسپیکر سر" تو حزب مخالف کے کچھ ممبر چلائے۔

"ہندی میں بولئے"

مسٹر چترویدی پیچھے کی طرف مڑ کر ہندی میں بولنے کی فرمائش کرنے والوں سے بولے۔

"میں انگریزی میں بولوں گا کیونکہ میں اتر پردیش سے آیا ہوں ہمیں دوسروں کو یہ احساس نہیں دلانا چاہیئے کہ ہم دوسروں پر ہندی کو لادنا چاہتے ہیں۔ ہندی میں بولنے کی مانگ خود غیر ہندی بولنے والے علاقوں کو کرنی چاہیئے اور جب یہ ہوگا تب ہی ہندی پھلے پھولے گی۔

جرنلزم کی ایک نئی کتاب

انٹرنیشنل پریس انسٹی ٹیوٹ نے جرنلزم پر ایک کتاب شائع کی ہے جس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ ایشیائی جرنلسٹوں کے لئے بہت مفید ہے۔ کتاب کا نام "دی ایکٹو نیوز روم" ہے۔ یہ کتاب برطانیہ میں شائع ہوئی ہے۔

"نیو اسٹیٹس مین" نے اس کتاب پر ریویو کرتے ہوئے اس کی بہت تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ برطانوی اور امریکی جرنلسٹ بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

انٹرنیشنل پریس انسٹی ٹیوٹ مغربی دنیا کے اخبارات کے ایڈیٹروں اور پبلشروں کی تنظیم ہے جس کا صدر دفتر زیورخ (سوئٹزرلینڈ) میں ہے۔

معاصر

کاپی رائٹ کا ایکٹ

ایک اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ حکومت بہت جلد ایک آرڈی نینس نافذ کرنے والی ہے جس کے تحت کتابوں، ڈراموں، موسیقی، مصوری، گراموفون ریکارڈوں اور نشریاتی پروگراموں کے حقوق مصنفین اور ان کے اصل مالکوں کے حق میں محفوظ کئے جا سکیں گے۔

ہمارے ملک میں آج بھی کاپی رائٹ کا ایکٹ نافذ ہے لیکن یہ ایکٹ مصنفوں کے حقوق کا تحفظ کرنے سے قاصر رہا ہے۔ اس لئے یہ ضرورت ایک عرصے سے محسوس کی جا رہی ہے کہ حکومت کاپی رائٹ کا نیا قانون بنائے جو مصنفین کے حقوق کا ہمہ پہلو طور پر تحفظ کر سکے۔ بڑی مسرت کی بات ہے کہ حکومت نے اس ضرورت کا احساس کیا لیکن اس قسم کے قانون سے کہیں زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان کاپی رائٹ کا کوئی معاہدہ ہو اور اس کے تحت دونوں ملکوں میں مصنفین کے حقوق کا تحفظ حکومت کی اوّلین ذمہ داری قرار پائے۔

ہماری حکومت اس امر سے بے خبر نہیں کہ پاکستان اور بھارت کے مصنفین کی کتابیں ایک دوسرے ملک میں ناجائز طور پر چھپ رہی ہیں اور یہ کاروبار اتنے زوروں پر ہے کہ اگر اس کی روک تھام نہ کی گئی تو دونوں ملکوں کے مصنفین بھوکوں مر جائیں گے۔ کیونکہ پُراسرار ذرائع سے یہ کتابیں سستے داموں میں مصنفوں کے اپنے ملک میں بھی فروخت ہو رہی ہیں جس سے ان کی کتابوں کی مقامی فروخت پر بھی ناگوار اثر پڑ رہا ہے۔ کتابوں کی ناجائز اشاعت کی صورت میں چور پبلشروں کو کوئی معاوضہ دینا نہیں پڑتا جس کی وجہ سے ناجائز چھپی ہوئی کتاب کی قیمت بہت کم ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں کتاب کے اصلی ایڈیشن کی فروخت رک جاتی ہے کیونکہ اس کی قیمت میں مصنف کی رائلٹی بھی شامل ہوتی ہے۔

یہ ایک انسانی اور علمی مسئلہ ہے۔ جسے حل کرنے کے لئے دونوں حکومتوں کو پوری توجہ دینی چاہیے۔

(کوہستان۔ راولپنڈی)

انجمن کی مطبوعات

اردو ہندی ڈکشنری	ترتیب انجمن	قیمت ۲۰٫۰۰	حیات اجمل	قاضی عبدالغفار	۸٫۰۰
باپو کے قدموں میں	ڈاکٹر راجیندر پرشاد	۱۵٫۰۰	محاسن کلام غالب	ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری	۱٫۰۰
سیاسیات کے اصول (مکمل)	ہارون خاں شروانی	۵٫۰۰	زنداں نامہ (مجموعہ کلام)	فیض احمد فیض	۱٫۲۵
کاروان حیات	نجم الدین شکیب	۶٫۵۰	ذکر حافظ	سجاد ظہیر	۲٫۲۵
وصیہ	شور لکھنوی (مترجم)	۳٫۰۰	تنقیدیں	ڈاکٹر خورشید الاسلام	۴٫۵۰
مرقع افغان	ابرار حسین فاروقی	۳٫۲۵	ترقی پسند ادب (نیا ایڈیشن)	سردار جعفری	۲٫۷۵
ہندی ادب کی تاریخ	ڈاکٹر محمد حسن	۵٫۵۰	مقالات حالی (حصہ اوّل)	حالی	۳٫۲۵
قومی تہذیب کا مسئلہ	ڈاکٹر سید عابد حسین	۶٫۰۰	اردو صرف و نحو (جدید ایڈیشن)	مولوی عبدالحق	۱٫۰۰
ہندوستانی سماجیات	ڈاکٹر جعفر حسن	۴٫۵۰	چند ہم عصر	"	۱٫۲۵
ادبی قومی تذکرے (اوّل)	کشن پرشاد کول	۲٫۵۰	انتخاب کلام میر	"	۲٫۵۰
" (دوم)	"	۴٫۵۰	شکنتلا (اردو ترجمہ)	بیگم قدسیہ زیدی	۲٫۰۰
اسلامی فن تعمیر	مبارز الدین رفعت	۶٫۰۰	" (ہندی)	"	۲٫۰۰
کچھ زندگی کی بابت (مجلد)	ابو سالم	۴٫۵۰	سن ستاون	پنڈت سندر لال	۴٫۰۰
نفسیات افواہ	ولی الرحمٰن	۱٫۷۵	نوائے ظفر	خلیل الرحمٰن اعظمی	۳٫۲۵
اطلاقی سماجیات	ڈاکٹر جعفر حسن	۴٫۵۰	تذکرہ شعرائے جے پور	احتشام الدین احمد شاغل	۶٫۵۰
انواع فلسفہ (مجلد)	مظفر حسین خاں	۵٫۵۰	آئینہ حقیقت	پنڈت حبیب الرحمٰن شاستری	۲٫۰۰
ایک مشرقی کتب خانہ	مبارز الدین رفعت	۳٫۰۰	شور پنہاں	مجنوں گورکھپوری	۰٫۵۰
مذہب اور دھرم	مہاتما گاندھی	۴٫۰۰	ہندوستانی اخبار نویسی	عتیق صدیقی	۲٫۰۰
مشترکہ زبان	"	۴٫۵۰	دیوان غالب	مرتبہ امتیاز علی عرشی	۲۰٫۰۰

ملنے کا پتہ

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

ضیاء احمد بدایونی

تبصرے

اسلامی نظمیں

مصنفہ مولوی محمد شفیع الدین نیر ایم اے۔ استاد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی۔
ملنے کا پتا۔ نیر کتاب گھر، جامعہ نگر نئی دہلی۔ قیمت ۷۵ نئے پیسے۔

نیر صاحب کی بچوں کے شاعر کی حیثیت سے کون نہیں جانتا۔ ان کو بچوں کے لئے ہلکی پھلکی دلچسپ اور مفید نظمیں لکھنے کا خاص سلیقہ ہے۔ چنانچہ ان نظموں کے مجموعے مدت سے مقبول ہیں اور بار بار شائع ہو چکے ہیں۔ مگر یہ کم لوگوں کو معلوم ہو گا کہ موصوف عرصے سے نہایت کامیابی کے ساتھ اسلامی نظمیں بھی لکھتے رہے ہیں۔ زیر نظر کتابچہ جو حال میں پانچویں بار طبع ہوا ہے ایسی ہی نظموں پر مشتمل ہے۔ یہ نظمیں ایک طرف عقیدت و ارادت کے پاکیزہ جذبات کا آئینہ ہیں، اور دوسری طرف چستی اور روانی کے وصف سے مالا مال۔ چند موضوعات ملاحظہ ہوں۔ حمد۔ نعت۔ ہمارا قرآن۔ مسلمان بچوں کا گیت۔ مسلم بچی کا گیت۔ غازی۔ وغیرہ۔ ہماری رائے میں کوئی مسلمان گھر اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہیے۔

ارمغان نعت

مرتبہ ساجدہ صدیقی و والی آسی۔
ناشر مکتبہ دین و ادب، احاطہ خام لکھنؤ۔ قیمت تین روپے۔

کتاب زیر تبصرہ جس کا ذیلی عنوان (تاریخ۔ تنقید۔ جائزہ) ہے نعت شریف کے عمدہ نمونوں کو یکجا کرنے کی ایک مفید کوشش ہے۔ کتاب کا انتساب بجا طور پر مداح رسول صحابی حضرت حسان بن ثابت کے نام ہے۔ شروع میں ایک پر از معلومات مقدمہ ہے جس میں مختلف زبانوں اور مختلف زمانوں میں نعت نبوی کے آغاز و ارتقا سے بحث کی گئی ہے۔ اور نہایت احتیاط و اعتدال کے ساتھ نعت کی خصوصیات اور حدود کو پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بعض فصحائے عرب اور شعرائے ایران کے کلام کے نمونے دے کر، اردو شعرا کی نعتیہ شاعری کے مختلف دور (قدیم۔ جدید۔ موجودہ) دکھائے ہیں، اور نمونوں کی تلاش میں کافی محنت اور ذوق کا ثبوت دیا ہے۔

اگر مرتبین چاہتے تو فارسی شعرا میں سنائی، جس غزنوی، نظامی گنجوی، عطار جیسے ممتاز سخنوروں کا اضافہ کر سکتے تھے کہ ان کا اصل موضوع اردو نعت ہے۔ چنانچہ انھوں نے اردو نعت گویوں کے ہر دور کے بکثرت اشعار نعت جمع کر کے گلہائے رنگ رنگ کا ایک خوشنما گلدستہ تیار کر دیا ہے۔ اس پر بھی ہند و پاک کے چند خوشگو شاعروں اور شاعرات کے نام رہ گئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کمی کی تلافی ہو جائے گی۔

یہ امر موجب مسرت ہے کہ بارگاہ نبوی میں نذر عقیدت پیش کرنے میں ہمارے ہندو بھائی بھی مسلمانوں سے پیچھے نہیں ہیں۔ خصوصاً کوثری کیفی، سرو جہان آبادی، بسمل، عرش، آزاد، سورج، فراق کا کلام نعت پڑھ کر طبیعت بے ساختہ وجد کرنے لگتی ہے۔ دوسرے تنگ نظر بھی کا خالی نعرہ لگانے والے ان اشعار پر غور کریں۔

ہمیں معلوم ہے کہ بریلی، دکن اور ملتان میں بھی بعض اہل قلم نعت پر عمدہ کام کر رہے ہیں۔ لیکن موجودہ مجموعے کی افادیت بھی اپنی جگہ پر ہے۔ امید ہے کہ اہل ذوق ان کوششوں کی قدر کریں گے۔

سوانح خواجہ معین الدین چشتیؒ

مرتبہ وحید احمد مسعود صاحب۔
ناشر۔ سلمان اکیڈمی، حق منشان۔ ۳۰۔ شفو کر بی باؤسنگ سوسائٹی کراچی نمبر۵
تعداد صفحات ۳۲۰۔ قیمت چار روپے آٹھ آنے۔

ہمارے یہاں تذکروں اور سوانح عمریوں کی کمی نہیں۔ ہر زمانے میں کثرت سے تذکرے اور سوانح لکھے گئے ہیں۔ علما کے بھی اور صلحا کے بھی۔ اسی طرح حکما اور شعرا وغیرہ کے تذکرے بھی ہزاروں ہیں۔ ان تذکرہ نگاروں کا آنے والی نسلوں پر بڑا احسان ہے۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ تذکرے نہایت تشنہ ہیں۔ صاحب ترجمہ کے ماحول۔ ابتدائی مشاغل۔ مختلف مراحل حیات۔ خیالات و تعلیمات کے بارے میں ہمیں ان سے عموماً کوئی رہنمائی نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ ضروری سنین بھی یا تو نظر انداز کر دئے گئے ہیں یا ان میں حد سے زیادہ اختلاف اقوال ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے سوانح کا بھی یہی حال ہے۔ زیر نظر کتاب میں ہمارے مکرم شیخ وحید احمد صاحب نے حضرت کی مبارک زندگی کی بعض گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ موصوف کا مطالعہ کافی وسیع ہے۔ انھوں نے خواجہ صاحبؒ کے بارے میں تمام ممکن الحصول مآخذ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ سچ پوچھئے تو یہ ان کے مذاق کا موضوع ہے۔ ان کے یہاں جہاں عقیدت کی فراوانی ہے وہاں اعتدال کی بھی کمی نہیں۔ روایات کی جانچ میں انھوں نے توہم پرستی اور غلو پسندی سے امکان بھر اجتناب کیا ہے۔ اور بڑی جرأت کے ساتھ روایت کو درایت کی کسوٹی پر پرکھا ہے۔ ان کی رائے سے آپ اختلاف کر سکتے ہیں لیکن ان کی کاوش اور خلوص سے انکار نہیں کر سکتے۔

دوسرا رخ۔ مقدمہ (تصوف) میں بعض بیانات محل نظر ہیں۔ مثلاً صفحہ ۴۳ پر "اموی و ہاشمی رقابت کی داستان ان (امیر معاویہ) کے یہاں نہیں پائی جاتی۔" "خلافت بنی امیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ مذہبی وقار کو قائم رکھنے کی کامیاب کوشش کی۔" صفحہ ۴۳ پر۔ "خارجیوں نے حدیثیں گڑھنا شروع کیں۔" صفحہ ۴۴ پر ہے "شیعوں نے خانقاہی زندگی کی اس لئے مخالفت کی کہ وہ ان کی مجرد رہبانیت سے مختلف تھی۔" "علیؓ یہ کہا جاتا ہے کہ (حسن بصریؒ) امام جعفر صادقؓ سے بھی مستفیض تھے۔" (ص ۴۹) ایک جگہ (ص ۴۸) تصوف کا میلان رکھنے والے صحابہ میں حضرت علیؓ، حضرت ابوذرؓ اور حضرت حذیفہؓ کے ساتھ مغیرہ بن شعبہ کا نام بھی نظر پڑا جس پر حیرت ہوئی۔ نظامی گنجوی اور سنائی کو وحدت الوجود کا ترجمان بتایا ہے (ص ۹۴) حالانکہ ان کے یہاں وحدت الوجود کی بجائے زیادہ تر تفقر و قناعت کی تعلیم ہے۔ لائق مولف نے کہیں کہیں دو تذکروں میں ایک کو اور کہیں تذکروں کے مقابلے میں اپنے قیاس کو ترجیح دی ہے اور کوئی دلیل بیان نہیں کی ہے۔ ایک آدھ جگہ (مثلاً ص ۱۶۲) عبارات و اشعار میں کافی رنگینی آگئی ہے جو سوانح خصوصاً ایک مقدس ہستی کی سوانح کے لئے موزوں نہیں ہے۔ علاوہ بریں کتاب میں اغلاط کتابت زیادہ ہیں۔

ضروری اعلان: براہ مہربانی خط کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔ منیجر

پبلشر نذیر حسین پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن سے شائع کیا